گیارہواں سالِ نبوت [جاری]

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا سال [آغاز یکم محرم تا اختتام ذوالحجہ]

حج کے لیے یثرب سے آنے والے چھ افراد کا قبول اسلام

گیارہواں سالِ نبوت: ۱۷/ اگست ۶۱۹ء بروز جمعہ سے ۵/ اگست ۶۲۰ء بروز منگل تک		
۸۱واں باب: اللہ کا فیصلہ آنے تک صبر کرو!	جلد پنجم ۲۳۵	سُوْرَۃُ یُوْنُس
۸۲واں باب: اہلِ مکہ کو عذابِ الٰہی کی وارننگ	جلد پنجم ۲۶۳	سُوْرَۃُ ھُوْد
۸۳واں باب: کام کتنا ہو گیا؟	۱۹	
۸۴واں باب: یثرب پر دستک	۴۵	

اس برس کے پہلے دس ماہ کی روداد اور تنزیلات پچھلی یعنی پانچویں جلد میں گزر چکی ہیں، زیرِ نظر جلد اس برس کے آخری دو ماہ یعنی ذوالحجہ اور ذوالقعدہ کے تذکرے سے شروع ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ ایّام اس لیے بہت اہم ہیں کہ اس دوران یثرب سے آئے ہوئے چھ افراد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کر لیا مگر باقاعدہ کوئی پیمان [بیعت] نہیں ہوا۔ اِن لوگوں نے اسلام کو اپنا اور اپنے شہر کا دین بنانے کا عزم کر لیا۔ اِن مبارک ہستیوں، خصوصاً اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے پورے یثرب میں اسلام کا شہرہ کر دیا اور شہر کے لوگ متوجہ ہو گئے، آخر کار یہ ہل چل ایک انقلاب کا پیش خیمہ بن گئی، آج دنیا پھر ایک اسعدؓ کی تلاش میں ہے!

اس صفحے کی پشت پر سن ۶۱۹ء کا کیلنڈر دیا گیا ہے، جس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ۱۷/ اگست بروز جمعہ، یکم محرم الحرام سے سالِ نو یعنی گیارہویں سالِ نبوت کا آغاز ہوا۔ ۳۱/ دسمبر ۶۱۹ کے بعد گیارہویں برس کے بقایا ایّام ۶۲۰ء کے کیلنڈر پر دیکھے جا سکتے ہیں، جو اِس کتاب میں صفحہ ۵۸ پر دیا گیا ہے، اِن ہی بقایا ایّام کے دوران وہ حج کا مہینہ [۷ جولائی تا ۵ اگست ۶۲۰ء] آیا جس میں یثرب سے آنے والے چھ افراد نے ایمان قبول کیا اور تاریخِ عالم ایک موڑ مڑنے کے لیے تیار ہو گئی۔

سن ۶۱۹ء کا جولین کیلنڈر [طائف میں دعوتی مہم سے واپسی پر حج کے لیے آنے والوں سے ملاقاتیں]

	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	
جنوری				1 ۸	2 ۹	3 ۱۰	4 ۱۱	5 ۱۲	6 ۱۳	7 ۱۴	8 ۱۵	9 ۱۶	10 ۱۷	11 ۱۸	12 ۱۹	13 ۲۰	14 ۲۱	15 ۲۲	16 ۲۳	17 ۲۴	18 ۲۵	19 ۲۶	20 ۲۷	21 ۲۸	22 ۲۹	23 جمادی	24 ۲	25 ۳	26 ۴	27 ۵	28 ۶	29 ۷	30 ۸	31 ۹				جمادی۱
فروری							1 ۱۰	2 ۱۱	3 ۱۲	4 ۱۳	5 ۱۴	6 ۱۵	7 ۱۶	8 ۱۷	9 ۱۸	10 ۱۹	11 ۲۰	12 ۲۱	13 ۲۲	14 ۲۳	15 ۲۴	16 ۲۵	17 ۲۶	18 ۲۷	19 ۲۸	20 ۲۹	21 ۳۰	22 رجب	23 ۲	24 ۳	25 ۴	26 ۵	27 ۶	28 ۷				جمادی۲
مارچ							1 ۸	2 ۹	3 ۱۰	4 ۱۱	5 ۱۲	6 ۱۳	7 ۱۴	8 ۱۵	9 ۱۶	10 ۱۷	11 ۱۸	12 ۱۹	13 ۲۰	14 ۲۱	15 ۲۲	16 ۲۳	17 ۲۴	18 ۲۵	19 ۲۶	20 ۲۷	21 ۲۸	22 ۲۹	23 ۳۰	24 شعبان	25 ۲	26 ۳	27 ۴	28 ۵	29 ۶	30 ۷	31 ۸	رجب
اپریل			1 ۹	2 ۱۰	3 ۱۱	4 ۱۲	5 ۱۳	6 ۱۴	7 ۱۵	8 ۱۶	9 ۱۷	10 ۱۸	11 ۱۹	12 ۲۰	13 ۲۱	14 ۲۲	15 ۲۳	16 ۲۴	17 ۲۵	18 ۲۶	19 ۲۷	20 ۲۸	21 ۲۹	22 رمضان	23 ۲	24 ۳	25 ۴	26 ۵	27 ۶	28 ۷	29 ۸	30 ۹						شعبان
مئی					1 ۱۰	2 ۱۱	3 ۱۲	4 ۱۳	5 ۱۴	6 ۱۵	7 ۱۶	8 ۱۷	9 ۱۸	10 ۱۹	11 ۲۰	12 ۲۱	13 ۲۲	14 ۲۳	15 ۲۴	16 ۲۵	17 ۲۶	18 ۲۷	19 ۲۸	20 ۲۹	21 شوال	22 ۲	23 ۳	24 ۴	25 ۵	26 ۶	27 ۷	28 ۸	29 ۹	30 ۱۰	31 ۱۱			رمضان
جون	1 ۱۲	2 ۱۳	3 ۱۴	4 ۱۵	5 ۱۶	6 ۱۷	7 ۱۸	8 ۱۹	9 ۲۰	10 ۲۱	11 ۲۲	12 ۲۳	13 ۲۴	14 ۲۵	15 ۲۶	16 ۲۷	17 ۲۸	18 ۲۹	19 ذوالقعدہ	20 ۲	21 ۳	22 ۴	23 ۵	24 ۶	25 ۷	26 ۸	27 ۹	28 ۱۰	29 ۱۱	30 ۱۲								شوال
جولائی			1 ۱۳	2 ۱۴	3 ۱۵	4 ۱۶	5 ۱۷	6 ۱۸	7 ۱۹	8 ۲۰	9 ۲۱	10 ۲۲	11 ۲۳	12 ۲۴	13 ۲۵	14 ۲۶	15 ۲۷	16 ۲۸	17 ۲۹	18 ۳۰	19 ذی الحج	20 ۲	21 ۳	22 ۴	23 ۵	24 ۶	25 ۷	26 ۸	27 ۹	28 ۱۰	29 ۱۱	30 ۱۲	31 ۱۳					ذوالقعدہ
اگست						1 ۱۴	2 ۱۵	3 ۱۶	4 ۱۷	5 ۱۸	6 ۱۹	7 ۲۰	8 ۲۱	9 ۲۲	10 ۲۳	11 ۲۴	12 ۲۵	13 ۲۶	14 ۲۷	15 ۲۸	16 ۲۹	17 محرم	18 ۲	19 ۳	20 ۴	21 ۵	22 ۶	23 ۷	24 ۸	25 ۹	26 ۱۰	27 ۱۱	28 ۱۲	29 ۱۳	30 ۱۴	31 ۱۵		ذی الحج
ستمبر		1 ۱۶	2 ۱۷	3 ۱۸	4 ۱۹	5 ۲۰	6 ۲۱	7 ۲۲	8 ۲۳	9 ۲۴	10 ۲۵	11 ۲۶	12 ۲۷	13 ۲۸	14 ۲۹	15 ۳۰	16 صفر	17 ۲	18 ۳	19 ۴	20 ۵	21 ۶	22 ۷	23 ۸	24 ۹	25 ۱۰	26 ۱۱	27 ۱۲	28 ۱۳	29 ۱۴	30 ۱۵							محرم
اکتوبر				1 ۱۶	2 ۱۷	3 ۱۸	4 ۱۹	5 ۲۰	6 ۲۱	7 ۲۲	8 ۲۳	9 ۲۴	10 ۲۵	11 ۲۶	12 ۲۷	13 ۲۸	14 ۲۹	15 ربیع۱	16 ۲	17 ۳	18 ۴	19 ۵	20 ۶	21 ۷	22 ۸	23 ۹	24 ۱۰	25 ۱۱	26 ۱۲	27 ۱۳	28 ۱۴	29 ۱۵	30 ۱۶	31 ۱۷				صفر
نومبر							1 ۱۸	2 ۱۹	3 ۲۰	4 ۲۱	5 ۲۲	6 ۲۳	7 ۲۴	8 ۲۵	9 ۲۶	10 ۲۷	11 ۲۸	12 ۲۹	13 ۳۰	14 ربیع۲	15 ۲	16 ۳	17 ۴	18 ۵	19 ۶	20 ۷	21 ۸	22 ۹	23 ۱۰	24 ۱۱	25 ۱۲	26 ۱۳	27 ۱۴	28 ۱۵	29 ۱۶	30 ۱۷		ربیع۱
دسمبر		1 ۱۶	2 ۱۷	3 ۱۸	4 ۱۹	5 ۲۰	6 ۲۱	7 ۲۲	8 ۲۳	9 ۲۴	10 ۲۵	11 ۲۶	12 ۲۷	13 ۲۸	14 جمادی	15 ۲	16 ۳	17 ۴	18 ۵	19 ۶	20 ۷	21 ۸	22 ۹	23 ۱۰	24 ۱۱	25 ۱۲	26 ۱۳	27 ۱۴	28 ۱۵	29 ۱۶	30 ۱۷	31 ۱۸						ربیع۲

۲۳ مارچ بروز جمعہ ۶۱۹ء، ۳۰ رجب ۱۰ سالِ بعثت .... شفیق چچا ابوطالب کی وفات

کیم مئی بروز منگل، ۱۰ رمضان المبارک .... امّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

۲۵ مئی بروز جمعہ، ۵ شوال .... عائشہ رضی اللہ عنہا سے نسبت طے ہوئی

کیم جون بروز جمعہ، ۱۲ شوال .... سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی [نکاح اور رخصتی دونوں]

۴ جون بروز پیر، ۱۵ شوال دسواں سالِ نبوت .... طائف کو روانگی

۸ جون بروز جمعہ، ۱۹ شوال .... طائف میں داخلہ

۲۸ جون بروز جمعرات، ۱۰ ذوالقعدہ .... پتھروں کی بارش میں طائف سے واپسی

۲۹ جون بروز جمعہ، ۱۱ ذوالقعدہ ..... قرن المنازل میں پہنچنے پر پہاڑوں کے فرشتے سے ملاقات

۳ جولائی بروز اتوار، ۱۵ ذوالقعدہ .... وادی نخلہ میں آمد، جنوں کا تلاوت سننا

۶ جولائی بروز جمعہ، ۱۸ ذوالقعدہ .... مطعم بن عدی کے جوار میں مکہ میں داخلہ

ذی قعدہ اور ذی الحج کے مہینوں میں .... حج پر آنے والے لوگوں سے ملاقاتیں

۱۷ اگست بروز جمعہ، کیم محرم الحرام .... سالِ نو، گیارہویں سالِ نبوت کا آغاز

۸۳واں باب

گیارہ برس کی شب و روز محنت کے نتیجے میں

کام کتنا ہو گیا؟

۲۰ اس سال دعوت میں ایک اضافی بات

۲۱ کاروانِ نبوت کہاں کھڑا ہے؟

۲۴ مکہ کے نواح میں کن قبائل تک اسلام کی دعوت پہنچ سکی

۲۵ رومی تسلط کے زیرِاثر افریقی سلطنت حبشہ میں اسلام کا داخلہ

۲۶ مسلمانوں کی زبانی، نصاریٰ کے سامنے اسلام کی واضح تفصیلی دعوت

۲۸ بیرونِ مکہ سے ایمان قبول کرنے والی مشہور ہستیاں

۲۸ یثرب کے قرب وجوار سے

۲۸ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

۳۱ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

۳۷ یمن اور اُس کے قرب وجوار میں اسلام کا نفوذ

۳۸ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا قبول ایمان

۴۲ طائف میں نینوا کے نصرانی باشندے عداس ؓ کا قبولِ اسلام

۴۴ خلاصہ کلام..........اسلام عرب میں کتنا نفوذ کر چکا تھا؟

۸۳واں باب

گیارہ برس کی شب و روز محنت کے نتیجے میں

کام کتنا ہو گیا؟

گیارہواں برس اپنے ساتھ اللہ کی رحمت پر حیرت واستعجاب کے ساتھ اِس اَن کہے سوال پر ختم ہو رہا ہے کہ اب کیا ہو گا؟ کہاں سے مالک کا دستِ کرم دراز ہو گا؟ اہلِ مکہ نے بحیثیت مجموعی اس دعوت کو ٹھکرادیا ہے۔ رسول اکرمؐ نے مکہ سے باہر طائف جا کر دیکھ لیا، حبش نے اگرچہ پناہ دی ہے، مگر نصاریٰ کی اکثریت اُس کے دارالہجرت بننے میں آڑے آ رہی ہے۔ ہر سال حج پر آنے والی قوموں اور قبیلوں کو پکارا گیا ہے مگر غلبۂ دین اور قبولیتِ ایمان کے لیے کوئی قابلِ ذکر آثار ہویدا نہیں ہوئے ہیں۔ پچھلے سال [نبوت کے دسویں سال] ذوالقعدہ میں جب رسول اللہ ﷺ طائف کی تکلیف دہ یادوں کے ساتھ مکہ میں ایک غیر ملکی اجنبی کی مانند واپس ہوئے تو ایک ہی ماہ کے اندر حاجیوں کے قافلے آنا شروع ہو گئے۔ آپؐ نے اس مرتبہ خاص طور پر ایک ایک قافلے کے پڑاؤ میں جا کر اسلام کی دعوت دی اور آخرت میں جنتوں کی بادشاہت کے ساتھ عرب و عجم میں غلبے کی نوید دی، اگر وہ اسلام قبول کر کے اُسے ایک مرکز مہیا کر سکیں۔

اس سال دعوت میں ایک اضافی بات

سابقہ برسوں کی مانند، اِس مرتبہ صرف اپنی رسالت کا اعلان، آخرت کا ڈراوا اور دعوتِ توحید ہی نہیں دی تھی، بلکہ نبی اُمّی ﷺ نے اِن امور کے ساتھ یہ اضافی بات بھی پیش کی کہ میرا ساتھ دو، مجھے اپنے علاقے میں پناہ دو، میں تمھیں دین و دنیا میں سرفرازی کے ساتھ آخرت کی بادشاہت کا بھی یقین دلاتا ہوں۔ کسی کی قسمت نہ جاگی، کوئی آگے نہ بڑھا۔ یہ بات کوئی پہلی مرتبہ تو اُن کے سامنے نہیں رکھی گئی تھی، رسول اللہ ﷺ چوتھے سال سے اب تک ہر سال اِن کے خیموں میں جا کر دعوتِ دین پیش کرتے تھے، جہاں دور و نزدیک، پورے حجاز و عرب سے حاجی اور تاجر آتے تھے۔ اس دعوت کی اشاعت و شہرت کا یہ ساتواں سال تھا، یہ کوئی چند کلمے درست کرانے یا محض چند مراسم عبودیت کی تبلیغ نہیں تھی، یہ کامل نظامِ زندگی کو تبدیل کرنے کی دعوت تھی، لوگوں

سے مطالبہ کچھ یوں تھا کہ چوں کہ کائنات میں اللہ ہی سب سے بڑا ہے، لہٰذا اُسی کی بندگی کی جائے اور اِس مقصد کے لیے موجودہ صاحبانِ اقتدار ہٹ جائیں، اُس خالق و مالک کے نمایندے محمد ﷺ کو بلا شرکتِ غیرے اپنا لیڈر تسلیم کرلیں اور اُس کی غیر مشروط اطاعت کا وعدہ کریں! کس قوم یا گروہ میں یہ جرأت و ہمت تھی کہ اِس انقلابی دعوت کو قبول کرکے اپنی تاریخی شناخت ختم کرے اور ایک نیا جنم لے اور ایک غیر ملکی کو اپنا سب کچھ مان لے، کس کا یہ دل گردہ تھا کہ وہ سردارانِ قریش کے معتوب کو اپنے سر کا تاج بنا کر پاسبانِ حرم و کعبہ کی دشمنی مول لیں، دریا میں رہیں اور مگرمچھ سے بیر!!

کاروانِ نبوت کہاں کھڑا ہے؟

اب یہ گیارہواں سال بھی گزر گیا ہے، سورہ یونس اور سورہ ھود اہلِ مکہ کو دل دہلا دینے والی وعیدوں کے ساتھ دعوت کا اعادہ بھی اور تنبیہ مکرر بھی کر چکی ہیں۔ یہ کانٹے کا وقت ہے، اب فیصلہ ہونا ہے، مکہ کی مٹی پر سمیہ رضی اللہ عنہا کا تڑپتا لاشہ[1]، بلال و خباب رضی اللہ عنہ کی پیٹھ کی چربی سے بجھے انگارے[2] اور پتھروں کی سلوں کے نیچے تپتی ریت پر لٹائے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی احد احد کی صدائیں، مکہ کے مؤمنین و مظلومین کی اپنے رب کے حضور التجائیں، ایک مہم پر مامور حبش میں جا مقیم وطن سے دور مہاجرین کی نبی ﷺ اور حرم کی یاد میں غرق دعائیں، طائف میں نبی اُمّیؐ کے زخمی جسم سے اُٹھتی

ا خاندان، آلِ یاسر کا قریشی نہ ہونے اور باہر کے ہونے کے سبب کوئی والی وارث نہ تھا اس لیے اِن پر کفّارِ مکہ نے مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، یاسر رضی اللہ عنہ اور سمیہ رضی اللہ عنہا دونوں نے اسلام کی خاطر شہادت پائی، جس طرح سارے انسانوں میں ایک خاتون خدیجہؓ کو رسول اللہ ﷺ پر پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا اسی طرح ایک دوسری خاتون سمیہ رضی اللہ عنہا کو امتِ محمدؐیہ میں اسلام کی راہ میں پہلی شہادت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ اعزاز بھی اس خاندان کو حاصل ہے کہ اسلام لانے کے جرم میں میاں بیوی دونوں مل کر پہلا اسلامی شہید جوڑا تشکیل دیتے ہیں۔ [کاروان، جلد دوم ۱۵۱]

۲ خباب رضی اللہ عنہ قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت ام انمار کے غلام تھے اور لوہار کا کام کرتے تھے۔ مسلمان ہوئے تو ان کی مالکہ انھیں گرم لوہوں سے جلانے کا عذاب دیتی۔ وہ لوہے کا گرم ٹکڑا لاتی اور ان کی پیٹھ یا سر پر رکھ دیتی اور مطالبہ کرتی کہ وہ محمد ﷺ کے دین کے ساتھ کفر کریں۔ مگر اس سے ان کے ایمان اور تسلیم و رضا میں اور اضافہ ہوتا۔ مالکہ کی شہ پر انھیں مشرکین بھی طرح طرح کی سزائیں دیتے۔ کبھی سختی سے گردن مروڑتے تو کبھی سر کے بال نوچتے۔ ایک بار تو انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر ڈال دیا۔ اُن پر گھسیٹا اور دبائے رکھا، یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی پگھلنے سے وہ انگارے بجھ گئے۔ [کاروان، جلد دوم ۱۵۵]

ایک ایک کسک پر اللہ کی کبریائی اور حمد کے ترانے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کچلے ہوئے چہرے اور سر کی اُکھڑی بالوں کی چوٹیوں سے ٹپکتے خون سے رواں حبِّ رسولؐ کی لافانی صدائیں [۳]، رسولِ کریمؐ کی خاک سے بھری مانگ کو، رو رو کر دھوتے ہوئے دخترِ رسول فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو [۴]........... سب ہی اللہ کو اُس کی مدد کا وعدہ [۵] یاد لا رہے ہیں، جو اُس نے مؤمنین سے کر رکھا ہے، اللہ کی قدیم

---

۳ بخاری میں عروہ بن زبیرؓ کا بیان مذکور ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے دریافت کیا کہ مشرکین نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت ترین بدسلوکی کی اُس کی تفصیل مجھے بتائیں، انھوں نے کہا کہ عقبہ بن ابی معیط نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں اپنا کپڑا ڈال کر نہایت سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹا، اتنے میں ابو بکرؓ آ گئے اور عقبہ کو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے دھکا دیا اور کہا کہ، اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ تم اس شخص کے قتل کے درپے ہو رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ یہ سن کر لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور آپؓ کی پٹائی کرنے لگے، اتنا مارا کہ آپ کے سر کے بال ٹوٹ گئے اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ اُس موقع پر آپ کے سر میں چار چوٹیاں تھیں، وہ جب واپس گھر لائے گئے تو یہ حالت تھی کہ جس چوٹی کا بال ہم چھوتے تھے وہ ہمارے ہاتھ آ جاتا تھا۔ [کاروان، جلد دوم ۲۰۸]

۴ دو محبوب ہستیوں کے اس فانی دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد کفار مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عداوت میں پہلے سے زیادہ جری ہو کر آپؐ کو تنگ کرنے لگے۔ حتّٰی کہ آپؐ کا گھر سے باہر نکلنا بھی دوبھر ہو گیا ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو طالب کی موت کے بعد ہمتیں اتنی بڑھ گئیں کہ ایک قریشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر مٹی ڈال دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔ فاطمہؓ روتے ہوئے مٹی دھو رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں تسلی دیتے ہوئے فرماتے جا رہے تھے۔ بیٹی! نہ روؤ، اللہ تمھارے باپ کی حفاظت کرے گا۔ اِن سارے حالات کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مداہنت اور کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ کیا، آپؐ اسی طرح حرم میں نمازیں ادا کرتے اپنے رفیقوں کی دل جوئی، ہمت بندھانے، امید دلانے اور تلاوت و تزکیے کے کام کو پورے ابتدائی جوش و خروش سے انجام دیتے رہے، ہوا کا رخ بدل گیا تھا، اللہ سے تائید و نصرت کی دعا کے ساتھ آپ حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے سوچتے رہے کہ اب کیا کیا جائے؟ [کاروان، جلد پنجم ۱۹۹]

۵ خباب ابن ارتؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں سر کے نیچے چادر رکھے ہوئے لیٹے تھے، ہم نے کفار کے ظلم کی شکایت کی اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے۔ یہ سن کر آپؐ اُٹھ بیٹھے اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں ایک وہ شخص تھا جس کے لیے زمین میں ایک گڑھا کھودا جاتا تھا پھر اس شخص کو اس گڑھے میں بٹھایا یا کھڑا کیا جاتا تھا اور پھر آرا اُس کے سر پر رکھا جاتا تھا اور اس آرے سے اس کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے لیکن یہ سخت عذاب بھی اس کو دین سے پھرنے نہیں دیتا تھا، اور ایک وہ شخص تھا جس کے جسم پر لوہے کی کنگھی چلائی جاتی تھی جو گوشت کے نیچے ہڈیوں اور پٹھوں تک کو چیرتی چلی جاتی تھی لیکن یہ سخت ترین عذاب بھی اس کو دین سے پھرنے نہیں دیتا تھا، اللہ کی قسم یہ دین یقیناً درجہ کمال کو پہنچے گا اور تم مصیبتوں اور پریشانیوں والے اس دور کے ختم ہو جانے کے بعد آسانیوں

سنت کے جلوے کا وقت آ گیا ہے، .... جب نبی اور اُس کے حواری اپنا کام مکمل کر لیتے ہیں تب اُس کا کام شروع ہوتا ہے۔ کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا[۵] ؟ .... اس سال کے جاتے جاتے ہم دیکھیں گے کہ یثرب سے آئے ہوئے چھے سعادت منداشخاص اِس دعوتِ ایمان کو قبول کر لیں گے اور اِن کی یہ قبولیت، بارش کا وہ پہلا قطرہ ثابت ہو گی جس کے بعد رحمتِ باری تعالیٰ کھل کر برسے گی۔ توحید کے پیغام سے، نبیوں کی دعوت سے گزشتہ چھ سو (۶۰۰) سال[۶] سے محروم زمین سیراب ہو جائے گی اور اسلام غالب آجائے گا۔ یہ سارا کام آناً فاناً نہیں ہو گا، تاریخِ انسانی کے دھارے کو تبدیل کر دینے والے اس پورے سلسلے process کے آغاز کے لیے ارادۂ قتل سے دروازے پر کھڑے مشرکین کے سروں پر مٹی ڈالنے[۷] کا وقت آنے میں ابھی کم و بیش ۲۷ ماہ کی مدت درکار ہے، اس دوران اہلِ مکہ کو دعوتِ ایمان جاری رہے گی، اتمامِ حجت اتنا آسان نہیں ہے، سو وہ بھی پوری قوت سے جاری رہے گا، یثرب میں بھی استقبالِ رسولِ کریمؐ کے لیے پوری قوت کے ساتھ اشاعتِ دینِ اسلام ہو گی، اور اِس سب کچھ کے ساتھ عرش و فرش کا رابطہ، روح الامین کی وساطت سے نزولِ قرآن بھی جاری رہے گا۔

گیارہویں برس پر اختتامی گفتگو اُن چھ سعادت مند یثربی، خزرجی اشخاص کے دائرہ ایمان میں داخل ہونے پر مکمل ہو گی جن کو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پناہ دینے کی راہ ہموار کرنے اور تاریخِ انسانی کا رخ موڑنے کا عَلم بردار بنا دیا، یہ وہ مبارک تاریخ ساز ہستیاں تھیں جو مکہ کے انقلابی دستے کی دعاؤں اور صداؤں کی استجابت کا نشان بن گئے۔ اُن حضرات کے صاحبِ ایمان بننے کے واقعے کا تذکرہ اور یثرب میں دینِ اسلام کی اشاعت کی تفصیل ان شاءاللہ اگلے باب میں ہو گی، اس باب میں ہم یثرب سے ماسوا، مکہ سے باہر اسلام کی شہرت اور اشاعت کا جائزہ لیں گے۔ بات کو یک جا مکمل سامنے لانے کے لیے گزشتہ برسوں کی سرگزشت میں سے کچھ بیان شدہ باتوں کا اعادہ یہاں ناگزیر ہو گا۔

اور اطمینان کا وہ زمانہ بھی دیکھو گے کہ ایک شخص صنعاء سے حضر موت تک تنہا سفر کرے گا اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرے گا، یا یہ کہ کسی شخص کو اپنی بکریوں کے بارے میں بھیڑیوں سے بھی کوئی خوف و خطرہ نہیں ہو گا، لیکن تم جلدی کرتے ہو[(رواہ البخاری) مشکوۃ۔ جلد پنجم۔ نبوت کی علامتوں کا بیان۔ حدیث ۴۴۰]

۶ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد چھ سو سال

۷ ہجرت کے لیے نکلنے کے اس واقعہ کی تفصیل ۱۴ ویں سالِ نبوت میں آئے گی ان شاءاللہ العزیز۔

مکہ کے نواح میں کن قبائل تک اسلام کی دعوت پہنچ سکی

پیہم بلاناغہ ہر حج کے موقع پر آپؐ کا مہینے دو مہینے تک حاجیوں کے ایک ایک خیمے میں جا کر دعوت دینا ہمیں یہ یقین دلاتا ہے کہ پورے حجاز میں کوئی ایسا گروہ، قبیلہ یا قوم نہ رہی ہو گی جس تک آپؐ کی دعوت براہِ راست یا حاجیوں کی زبانی نہیں پہنچی ہو گی۔ گزشتہ برس آپؐ نے طائف جاتے ہوئے راستے میں آباد تمام قبائل کو دین کی طرف بلایا اور دین کی نصرت کے لیے تعاون پر آمادہ کیا، اِن لوگوں کے لیے بھی آپؐ کا پیغام اور آپؐ کی دعوت کوئی اجنبی بات نہ تھی، فرق یہ تھا کہ پہلے وہ خیموں میں ہوتے تھے اور آپؐ مقامی میزبان کی حیثیت رکھتے تھے اور اب آپؐ اُن کے گاؤں اور گھرو ں کے دروازے پر ایک مسافر مہمان کی حیثیت سے، لیکن چوں کہ کوئی قریش سے دشمنی مول لینے کو تیار نہ تھا، کسی ایک آدمی نے بھی آپؐ کی بات پر کان نہیں دھرا۔

سالِ گزشتہ [دسویں برس] طائف سے واپسی کے بعد آپؐ نے ایک بار پھر بیرونِ مکہ، سارے حجاز سے آئے ہوئے حاجیوں کے ایک ایک خیمے میں عرب میں آباد تمام قوموں تک دعوت پہنچائی، دعوت کا انداز بتا رہا تھا کہ آپؐ اپنی مہم کے لیے ایک نئے مرکز کی تلاش میں ہیں۔ بالکل وضاحت سے نہیں معلوم کہ طائف کے راستے اور پھر واپسی میں اور اس سال موسم حج میں کن کن قبیلوں سے بات ہوئی لیکن مؤرخین کی وساطت سے ہمیں اُن قبیلوں کے نام معلوم ہیں، جنھیں اس سال اور سابقہ سالوں [۴ تا ۹] اور آنے والے دو سالوں [سن ۱۱ اور ۱۲] میں دعوت دی گئی۔ جن قبائل کو دعوت پہنچائی گئی اُن میں سے یہ معلوم و مشہور ہیں: بنوعامر بن صعصعه، محارب بن خصفه، فزاره، غسّان، مره، بنوحنیفه، بنو کنده، بنوسلیم، عبس بنو نصر، بنو البکاء، بنوکلب، بنو حارث بن کعب، عذره، حضارمه

جیسا کہ ہم باب ۸۰ میں بتا چکے ہیں کہ ابن اسحٰق نے بعض قبائل کے سامنے اسلام کی دعوت اور ان کے ردِّ عمل کو روایت کیا ہے۔ اُن میں سے ایک دل چسپ اور دعوت کی گہرائی کو واضح کرنے والا مکالمہ بنو عامر بن صعصعہ کے ساتھ ہوا اور اسی طرح بنو عامر کے ایک بوڑھے تجربہ کار سردار نے جو حج پر نہ جا سکا تھا اپنے قبیلے کے حاجیوں کا ایمان کی دعوت قبول کرنے پر اپنی قوم کی عقل کا ماتم کیا۔ اِن باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف اہلِ مکہ، سردارانِ قریش بلکہ سارا ہی

عرب جان گیا تھا کہ یہ ایک انقلابی دعوت ہے جو پورے نظام زندگی کی تبدیلی کے ساتھ قیادت بھی اللہ کے باغیوں یا اس دعوت کے انکاریوں سے چھین کر اُس کے رسول اور اُس کے ماننے والوں کے ہاتھ میں دینا چاہتی ہے۔

نصاریٰ اور یہود تک قرآن کے اجزا اور محمد ﷺ کی بعثت کی خبر

نبوت کے پانچویں سال کے وسط میں سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مسلمان لونڈی غلاموں کو خرید کر آزادی دلانے کے بعد شدید جسمانی تشدد کا دور ختم ہو گیا، مشرکین نے درپردہ اہلِ کتاب کی مدد سے آپؐ پر اعتراضات کرنا شروع کیے۔ حکمتِ عملی [اِسٹریٹیجی] کی اس تبدیلی کے نتیجے میں تشدد میں کچھ کمی آ گئی اور ہر روز نئے اعتراضات اور سوالات سوچے جانے لگے، قریب کی بستیوں سے نصاریٰ اور خاص طور پر یہود سے مل کر مشرکین نے محمد ﷺ کو علم اور دلیل کے میدان میں نیچا دکھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ یہ حرکت پیہم چھٹے سال سے ۱۴ویں سال کے آغاز یعنی مکی زندگی کے اختتام تک جاری رہی، اللہ تعالیٰ کی جانب سے سورہ یوسف، مشرکین کو یہود و نصاریٰ کے سکھائے پڑھائے سوالوں کے جوابات کی آخری قسط بنی۔ مشرکین اور اہلِ کتاب کا یہ سلسلہ جنبانی اُن تک نبی ﷺ کی دعوت اور قرآن کے نازل شدہ اجزا کو پہنچانے کا باعث بن گیا۔

رومی تسلط کے زیرِ اثر افریقی سلطنت حبشہ میں اسلام کا داخلہ

حالات کی تبدیلی نے مشرکین ہی کو نہیں مسلمانوں کو بھی اپنی اِسٹریٹیجی تبدیل کرنے پر آمادہ کیا۔ ظلم و ستم سے بچنے کے لیے، معاشرے میں ایک رُسوا اقلیت کی حیثیت کی زندگی کو خیر باد کہنے کے لیے اور نئی آبادیوں میں دین کی دعوت پہنچانے کے لیے ضروری تھا کہ مکے سے نکل جایا جائے۔ چناں چہ جو لوگ خودداری کے ساتھ اپنے معاشرتی حقوق اور اعزاز کا دفاع کرنا چاہتے تھے اور جو نکل جانے کی استطاعت رکھتے تھے اور جو دینِ حق کو اب نئی سرحدوں تک پہنچانے کے لیے بے تاب تھے، وہ نبی ﷺ سے اجازت پانے کے بعد مکّہ سے باہر نکلنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ مسلمانوں کا ایک گروپ جس میں آپ ﷺ کی بیٹی بھی شامل تھیں، رات کی تاریکی میں خاموشی سے نکل کر ایک نئی طے شدہ منزل کی طرف چل پڑا، آپؐ کے داماد عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان اس

مبارک گروہِ مہاجرین کے امیر تھے۔ رُخ بحر احمر کی بندرگاہ شُعَیبَہ کی جانب تھا۔ اللہ کی مدد سے وہاں دو تجارتی کشتیاں موجود تھیں، جو اُنھیں ایک طے شدہ کرائے پر لے کر سمندر پار حبشہ کی جانب روانہ ہو گئیں۔ یوں اسلام کی دعوت برِاعظم ایشیا کے ایک چھوٹے سے شہر مکہ سے نکل کر افریقہ کے علاقے حبش میں داخل ہو گئی، جہاں نصرانیوں کی اکثریت تھی۔ یہ پانچویں سالِ نبوت کے نصف آخر کی بات ہے۔

حبشہ سے عیسائیوں کے ایک وفد کا اسلام کی جستجو میں مکہ آنا اور اسلام قبول کرنا

مسلمانوں کے حبشہ پہنچنے پر اُن کے حالات سن کر اور نبی ﷺ کی بعثت کا ذکر جان کر، دل میں اللہ کا ڈر اور خوف رکھنے والے عیسائیوں کے اذہان میں آپؐ کی بابت سوالات ابھرنے لگے۔ چناں چہ وہاں سے ۲۰ کے قریب عیسائیوں کا ایک وفد آپؐ کے بارے میں براہِ راست خود معلومات حاصل کرنے کے لیے سفر کر کے مکّہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے مسجدِ حرام میں ملا، یہ پانچویں سالِ نبوت کے نصف آخر کی ہی بات ہے۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی یہ ماجرا دیکھ کر گرد و پیش کھڑے ہو گئے۔ وفد کے لوگوں نے نبی ﷺ سے کچھ سوالات کیے جن کا آپؐ نے جواب دیا۔ پھر آپؐ نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور قرآن مجید کی آیات ان کے سامنے تلاوت کیں۔ قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انھوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور نبی ﷺ پر ایمان لے آئے (سیرت ابن ہشام)۔ مکے سے باہر کے لوگوں کی یہ سب سے بڑی تعداد تھی جس نے پہلے گیارہ سال تک اسلام قبول کیا، گیارہویں سال کے آخری ماہ میں یثرب کے چھ خزرجی اشخاص نے اسلام قبول کیا، جن کی کوششوں سے بارہویں سال میں اسلام کی دعوت نے یثرب میں روشناسی حاصل کی۔

مسلمانوں کی زبانی، نصاریٰ کے سامنے اسلام کی واضح تفصیلی دعوت

زیرِ نظر کتاب کاروانِ نبوت کے ۴۳ویں اور ۵۰ویں ابواب میں حبشہ کی جانب دو ہجرتوں کے واقعات اور اُن سے متعلقہ معاشرتی، سیاسی اور تحریکی امور پر گفتگو ہو چکی ہے۔ دوسری ہجرت کے بعد قریش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، مسلمانوں کو ایک قریبی ترقی یافتہ مملکت میں استحکام و بقا کا ملنا، اُن کے مستقبل کو تاریک اور محمد ﷺ کی عرب و عجم پر غلبے کی باتیں سچ دکھائی دیتی تھیں۔ تمام

سردارانِ قریش سر جوڑ کر بیٹھے اور طے کیا کہ حبش کی سلطنت کی جانب ایک دو رکنی سفارتی مشن عمرو بن العاص کی قیادت میں بھیجا جائے جو وہاں کے اعیانِ سلطنت کو اِن مہاجرین کو واپس مکّہ روانہ کرنے پر آمادہ کرے۔ عمرو بن العاص نے وہاں پہنچ کر وہاں کے اہل الرائے حضرات کو اپنی ماہرانہ گفتگو اور تحائف کے ذریعے ہم نوا بنایا اور پھر بادشاہِ وقت، نجاشی سے اِن مہاجرین کی واپسی کی درخواست کی، جس پر تحقیق کے لیے نجاشی نے مسلمانوں کو بلوا لیا، مسلمانوں کی جانب سے جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سارے درباریوں کے سامنے تقریر کی جو کاروانِ نبوت کی تاریخ میں مکہ سے باہر اسلام کے تعارف میں کی جانے والی پہلی تقریر ہے، ملاحظہ فرمایے:

اے بادشاہ! ہم ایک گم راہ قوم میں تھے جو خالق کو جانتی پہچانتی نہ تھی اور ہم بُتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، خونی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے اور پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے ہر زور آور کم زور پر ظلم کر رہا تھا۔ ہم ایسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ اُس کی عالی نسبی، صداقت و امانت اور شرافت ہم میں سے ہر ایک پر ظاہر تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی اطاعت و عبادت کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ ہی کو اپنا الٰہ مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا جن پتھر کے بتوں کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے چلے آئے تھے اُن کو ترک کر دیں۔ اُس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتے داروں سے جڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری و خون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا، بے حیائی کے فحش کاموں میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن کنواری عورت پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم اللہ کے ساتھ الوہیت اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ، اور زکٰوۃ کا حکم دیا... ہم نے اس رسولؐ کی تصدیق کی، اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو اختیار کر لیا۔ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جن باتوں کو اللہ کے رسول نے حرام بتایا اُنھیں حرام مانتے ہیں اور جن کو حلال بتایا اُنھیں حلال جانتے ہیں۔
............[تفصیل کے لیے دیکھیے: جلد سوم صفحات ۲۷۲ تا ۲۷۳]

اگلا دن آیا تو عمرو بن العاص نے دربار میں آ کر نجاشی سے کہا کہ "ذرا ان لوگوں سے بلا کر یہ تو

پوچھیے کہ عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا ہے۔ یہ لوگ ان کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہیں" نجاشی نے پھر مہاجرین کو بلا بھیجا۔ چناں چہ جب یہ لوگ دربار میں گئے اور نجاشی نے عمرو بن العاص کا پیش کردہ سوال ان کے سامنے دہرایا تو جعفر بن ابی طالبؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کر دی، جس میں مسیح علیہ السلام کے بارے میں قرآن کی پوری تعلیم موجود ہے۔ نجاشی سنتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ جب تلاوت ختم ہوئی تو جعفرؓ نے کہا کہ: اس کی رو سے مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ تھے جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا۔ نجاشی نے یہ تقریر سن کر ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہا "اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس سے تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے۔"

بیرونِ مکہ سے ایمان قبول کرنے والی مشہور ہستیاں

یثرب کے قرب و جوار سے

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

انیس غفاریؓ، ابوذر غفاریؓ کے سگے بھائی تھے، اِک تیسرے صاحب اُن کے ماں جائے بھائی عمرو بن عبسہؓ بھی تھے۔ اِن تینوں کی ماں، رملہ بنت وقیعہ غفاریہ، ایک ہی تھیں۔ اس طرح عمرو بن عبسہؓ اِن دونوں کے ماں جائے بھائی تھے۔ تاہم اِن کی رہایش دوسرے علاقے میں تھی۔ عمروؓ بن عبسہ بنو سُلیم کے علاقوں صُفینہ اور حاذہ (جادہ) میں مقیم تھے۔ یہ علاقہ قافلوں کی گزر گاہ سے زیادہ دور نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عبسہؓ کو سلیم الفطرت بنایا تھا۔ وہ اسلام کے آنے سے قبل ہی بت پرستی سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ اس نیک فطرت نے اُن کی اسلام کی طرف رہ نُمائی کی۔ انھوں نے خود بتایا کہ دورِ جاہلیت ہی میں اُن کو یقین تھا کہ قوم دینِ حق سے بھٹک گئی ہے۔ سوچتے اور کہتے کہ قوم بتوں کی جو پوجا کرتی ہے، ہرگز کوئی سچا دین نہیں ہے۔ ایک بار میں ایسی ہی گفتگو کر رہا تھا کہ کسی آدمی نے سن کر کہا: مکہ میں ایک شخص ہے جو ایسی ہی باتیں کرتا ہے، میں نے سواری پکڑی اور مکہ پہنچ گیا۔ آپؐ کی تلاش میں رہا، پھر پتا چلا کہ آپؐ رات کے وقت خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں، اس وقت آپؐ سے ملا جا سکتا ہے۔ میں کعبہ کے پردوں میں چھپ کر سو گیا اور آپ کی آواز سن کر بیدار ہوا۔

آپؐ لاالٰہ الا اللہ کا ورد کر رہے تھے۔ میں باہر نکلا اور سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔

پوچھا، نبی کیا چیز ہوتی ہے؟

جواب دیا کہ مجھ کو اللہ نے رسول مبعوث (انسانوں کی رہ نمائی کے لیے اپنا پیغام بر مقرر) کیا ہے؟

میں نے پھر پوچھا: کیا اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

فرمایا: ہاں۔

میں نے سوال کیا کہ کیا پیغام دے کر آپ کو مبعوث کیا ہے؟

فرمایا، یہ کہ اکیلے اللہ کو معبود مانا جائے اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنایا جائے، بتوں کو توڑ دیا جائے، رحم کے رشتوں کو جوڑا جائے، خون ریزی بند کی جائے اور راستوں کو محفوظ بنایا جائے۔

پوچھا، کسی اور نے بھی آپؐ کی اس بات کو قبول کیا ہے؟

فرمایا: ہاں ایک غلام اور ایک آزاد نے [ابو بکرؓ اور بلالؓ کی مانند اُن آزاد اور غلام دونوں طرح کے لوگوں کی جانب اشارہ تھا جو آپؐ کے ساتھ شامل ہو رہے تھے]

میں نے کہا: ہاتھ بڑھائیے، میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ تب میں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ پھر کہا: میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا: تم دیکھ نہیں رہے کہ لوگ میرے لائے ہوئے نور ہدایت کو ناپسند کر رہے ہیں، اس لیے آج تم یہاں رہ نہیں سکو گے، اپنے اہل خانہ کے پاس واپس چلے جاؤ اور جب یہ سنو کہ میں مکہ سے نکل آیا ہوں (یا مجھے غلبہ حاصل ہو گیا ہے) تو میرے پاس چلے آنا (مسلم، رقم ۱۸۸۲۔ احمد، رقم ۱۶۹۵۳)

ابوامامہ سے مروی ایک روایت اس طرح ہے کہ عمروؓ بن عبسہ نے بتایا: جاہلیت میں، میں اپنی قوم کے خداؤں سے متنفر تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔ میں اہل کتاب میں سے ایک شخص سے ملا جو وادی القریٰ کے پاس واقع یہودیوں کے مسکن تیما کا رہنے والا تھا اور اسے بتایا: میں بتوں کی پوجا کرنے والی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک بار ہمارا قبیلہ ایسی جگہ قیام پذیر ہوا جہاں کوئی صنم نہ تھا۔ ایک شخص نکلا اور چار پتھر اٹھا لایا، تین پتھروں کا چولہا بنا کر اس پر ہنڈیا چڑھا دی اور سب سے عمدہ اور خوب صورت نظر آنے والے چوتھے پتھر کو معبود بنا کر پوجنے لگا۔ ممکن تھا کہ کوچ

کرنے سے پہلے اسے اس سے اچھا پتھر ملتا تو پہلے صنم کو پھینک کر اس کی بندگی کرنے لگتا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ یہ معبودان باطلہ ہیں، نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ آپ مجھے اس دین سے بہتر دین کی راہ بتائیے۔ اس نے بتایا کہ مکہ سے ایک شخص ظاہر ہو گا، اپنی قوم کے معبودوں سے بے زاری کا اظہار کرے گا اور انھیں چھوڑ کر ایک واحد معبود کی طرف بلائے گا۔ وہی بہترین دین پیش کرے گا۔ جب تو اس کا کلام سن لے تو اس کی پیروی کرنا۔ اب مکہ جانا ہی میرے جینے کا مقصد بن گیا۔ میں پوچھتا رہتا: کیا وہاں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے؟ پھر وہ وقت آیا کہ ایک سوار مکہ سے آیا اور اس نے وہی واقعات سنائے جو میں مذکورہ اہل کتاب سے سن چکا تھا۔ میں نے رختِ سفر باندھا اور مکہ پہنچ گیا۔

عمروؓ بن عبسہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے کے بعد اپنے علاقے میں گھر والوں کے پاس چلا آیا اور ایک طویل عرصہ آپؐ کے غالب آجانے کی اطلاع آنے کا انتظار کرتا رہا۔ میں مکہ سے آنے والے قافلوں سے پوچھتا رہتا، کیا وہاں کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے؟ جب ایک موقع پر مجھے پتا چل گیا کہ محمد ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب تشریف لے آئے ہیں۔ پھر یثرب سے ایک قافلہ آیا تو میں نے استفسار کیا، مکہ کے اس شخص کے کیا احوال ہیں جو آپ کے شہر میں ہجرت کر آیا ہے؟ اُس شخص نے بتایا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ کی مشیت غالب آئی اور قریش کام یاب نہ ہو سکے۔ میں فوراً ہی لوگوں کو چھوڑ کر بھاگا، اپنی سواری پکڑی اور یثرب چلا آیا۔ چناں چہ میں فتح مکہ سے کچھ وقت پہلے مدینہ آیا اور سلام کے بعد عرض کیا: یارسول اللہ، میں عمرو بن عبسہ سلمی ہوں، کیا آپ نے مجھے پہچان لیا ہے؟ فرمایا: ہاں تو وہی ہے جو مکہ میں میرے پاس آیا تھا۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

سوال کیا: اسلام کیا ہے؟

فرمایا: اچھی گفتگو کرنا اور کھانا کھلانا۔

پوچھا: ایمان کیا ہے؟

جواب فرمایا: صبر کرنا اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا۔

میں نے دریافت کیا: کون سا اسلام افضل ہے؟

تو ارشاد فرمایا: اس مسلمان کا اسلام جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

سوال کیا: کون سا ایمان افضل ہے؟

جواب فرمایا: جو اچھا اخلاق جنم دے۔

پوچھا: کون سی نماز بہترین ہے؟

آپ نے فرمایا: جس میں دعا لمبی ہو۔

میرا اگلا سوال تھا: کون سی ہجرت بہترین ہے؟

جواب ارشاد ہوا: یہ کہ تو ان سب کاموں کو چھوڑ دے جنھیں تمھارا رب پسند نہیں کرتا۔

میں نے استفسار کیا کہ کون سا جہاد سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

فرمایا: اس مجاہد کا جہاد جس کا خون بہے [شہید ہو جائے] اور اس کا گھوڑا بھی ہلاک ہو جائے۔

(ابن ماجہ، رقم ۲۷۹۴۔ احمد، رقم ۱۹۳۲۸)۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

جندب بن جنادہ قبیلہ غفار کے حسّاس نوجوان تھے، جو یثرب کے نواح میں آباد تھا۔ اِس جوان کی کنیت ابو ذر تھی۔ سویدؓ بن صامت اور ایاسؓ بن معاذ کے ذریعے یثرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کی خبر پہنچی تو آپ اس کی حقیقت کو جاننے کے لیے بے چین ہو گئے۔ آثار سے لگتا ہے کہ آپ کے ایمان لانے کا واقعہ چوتھے سال کے اواخر یا پانچویں برس کے اوائل کا ہے جب توحید کی دعوتِ عام کے نتیجے میں ڈیڑھ دو سو نوجوان اسلام قبول کر چکے تھے اور ظلم کی چکی چلنا شروع ہو گئی تھی۔ اگرچہ لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ اسلام لانے والے پہلے پانچویں فرد ہیں۔

عرب سے شام جانے والی تجارتی گزر گاہ پر ایک چھوٹا سا شہر یا قصبہ تھا، جسے ودان کہتے تھے۔ قافلے یہاں رکتے تھے اور اُن کی ضروریات پوری کرنے اور اُن سے خرید و فروخت سے ودان کے باسیوں کی گزر بسر تھی، جو بہر حال معمولی اور تنگی کی تھی جس کے باعث اُن کے کچھ لوگ شیطان کے بہکاوے میں تجارت میں آگے بڑھنے کے بجائے ڈاکے اور رہ زنی میں بھی دل چسپی رکھتے تھے۔ یہاں آباد مختلف قبیلوں میں سے ایک معروف قبیلہ غفار بھی تھا، جس کا ایک فرد جندب بن جنادہ اپنی عقل مندی اور جرات مندی کی وجہ سے مشہور تھا۔ اُس کی عقل اور دانش کا معاملہ یہ تھا کہ جب لوگ مکہ میں حج کے دوران بتوں کے آگے جھکتے، نذر و نیاز دیتے تو وہ ان کا مذاق اڑاتا اور کہتا کہ بھلا

ایک سے زیادہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور یہ لکڑی اور پتھر کی مورتیاں کسی کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہیں؟ وہ سب سے الگ تھلگ ایک اللہ کی عبادت کرتا، جس سے وہ خود ناواقف تھا، مگر یقین رکھتا تھا کہ ابراہیم کا رب اکیلا ہے۔ وہ یہی کہتا تھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ کہاں ہے، اور اُس کے سامنے عبادت کا کیا طریقہ ہے مگر میری عقل جیسے بھی سجھاتی ہے، اُسی طرح اُس کی عبادت کرتا رہوں گا۔ اگر مجھے اُس کی عبادت کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے تو پھر میں ویسے ہی اُس کی عبادت کروں گا۔ یوں جندبؓ بن جنادہ کا شمار اُس دور کے اُن چند متفرق صحیح العقیدہ انسانوں میں ہوتا ہے جو اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی شرک سے بے زار تھے اور حقیقی دین ابراہیمؑ کی تلاش میں تھے۔

قبولیتِ اسلام نے تاریخ کی اس عظیم شخصیت، جندبؓ بن جنادہ کو انسانوں کے دلوں میں لافانی بنادیا، اِنھیں ان کے نام سے کم ہی لوگ اُن کو جانتے ہیں۔ عرب کلچر کے مطابق اِن کو اِن کی کنیت سے ہی ہمیشہ پکارا گیا، جو ابو ذر تھی اور قبیلہ غفار سے ہونے کے ناطے اِن کا پورا تاریخی کردار ابو ذر غفاریؓ کے نام سے مشہور ہے۔

سیّدنا ابن عباسؓ کی طویل روایت جو بخاریؒ نے بیان کی ہے، اُس کے مطابق ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ غفار سے تعلق رکھنے والا ایک شخص تھا۔ مجھے خبر ملی کہ مکے میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے [کہ وہ زمین پر خالق کائنات کا نمایندہ ہے، اُس کی اطاعت کی جائے]۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم اس آدمی کے پاس جاؤ، اُس سے بات کرو [اُس کی دعوت، اُس کی صداقت کی گواہی اور اُس پر نازل ہونے والے کلام کے بارے میں] معلومات حاصل کر کے میرے پاس واپس آؤ، وہ گیا، ملاقات کی، اور واپس آیا۔ میں نے پوچھا: کیا خبر لائے ہو؟ بولا: اللہ کی قسم! میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جو بھلائی کا حکم دیتا ہے، اور برائی سے روکتا ہے۔ میں نے بھائی سے کہا کہ تم نے بھرپور معلومات مہیا نہیں کی ہیں [میں خود جا کر معلومات کرتا ہوں]۔ چناں چہ میں نے خود سامانِ سفر جمع کیا، عصا تھام لیا [جو اُس وقت کے کلچر میں سفر کی ایک ضرورت تھی،] اور مکہ کی جانب چل دیا۔ [وہاں پہنچ گیا] میں خود تو دعویٰ نبوت والے شخص [محمد ﷺ] کو پہچانتا نہ تھا۔ [اُن دنوں آپؐ کی شدید مخالفت کے سبب حالات ایسے نہ تھے کہ کسی سے آپؐ کے بارے میں پوچھا جاتا] میں نے یہی مناسب جانا کہ آپؐ کے متعلق کسی سے کچھ نہ پوچھوں۔ چناں چہ میں زمزم کا پانی پیتا اور مسجد حرام

میں پڑا رہتا۔ آخر میرے پاس سے علیؓ کا گزر ہوا۔ انھوں نے کہا کہ اجنبی معلوم ہوتے ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ انھوں نے کہا: اچھا تو میرے گھر مہمان بنو۔ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ نہ اُنھوں نے مجھ سے کچھ پوچھا اور نہ ہی میں نے انھیں کچھ اپنا مدعا بتایا۔

صبح ہوئی تو میں اس ارادے سے پھر مسجد حرام گیا کہ آپ ﷺ کے متعلق کسی سے دریافت کروں، لیکن کوئی ایسا اعتماد کا آدمی نظر نہ آتا تھا جس سے میں آپ ﷺ کے متعلق دریافت کرتا۔ آخر میرے پاس سے پھر علیؓ کا گزر ہوا تو مجھے دیکھ کر بولے کہ آدمی کو ابھی تک اپنا ٹھکانہ معلوم نہیں ہو سکا؟ میں نے کہا، نہیں! انھوں نے کہا، اچھا تو پھر میرے ساتھ چلو۔ میں چل دیا، راہ میں انھوں نے پوچھا کہ تم کس کی تلاش میں ہو؟ اور کیوں تم اس شہر میں آئے ہو؟ میں نے کہا: آپ راز داری سے کام لیں تو بتاؤں۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ ٹھیک ہے، وہ ایسا ہی کریں گے۔ میں نے بتایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شہر میں ایک آدمی ہے، جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی بتاتا ہے، میں نے اپنے بھائی کو معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا کہ وہ اس بات کی حقیقت معلوم کر کے آئے مگر اس نے پلٹ کر کوئی ٹھوس معلومات نہ بتائیں کہ میں حقیقت جان سکتا، پس میں خود ہی اُس آدمی سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ علیؓ نے بتایا کہ بھئی تم بالکل صحیح جگہ [اور صحیح آدمی کے پاس] پہنچے ہو، دیکھو میں بھی اُنھی کے پاس جا رہا ہوں۔ جس [عمارت/گھر] میں، میں داخل ہوں تم بھی اُس میں داخل ہو جانا اور ہاں! اگر میں کسی ایسے شخص کو پاؤں جس کے تمھارے لیے فتنہ بننے کا خدشہ ہو گا تو دیوار کی طرف اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا گویا اپنا جوتا ٹھیک کر رہا ہوں، لیکن تم راہ پر چلتے رہنا۔ اس کے بعد علیؓ روانہ ہوئے اور میں بھی ساتھ ساتھ چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ کہیں اندر داخل ہوئے، اور میں بھی ان کے ساتھ اُس مکان میں داخل ہو کر نبی ﷺ کے پاس پہنچ گیا اور آپ سے گزارش کی کہ آپؐ میرے سامنے اسلام کو پیش کریں۔ آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت مجھے بتائی [جو میرے دل کو اتنی زیادہ لگی کہ] میں وہیں مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہدایت کی کہ اے ابو ذر! اپنے اسلام کا اظہار کیے بغیر اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ۔ جب اسلام کے غلبے کی اطلاع ملے تو ہمارے پاس آجانا۔ میں نے کہا کہ اُس ذات کی قسم، جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں تو ان کے درمیان ببانگ دُہل اپنے اسلام کا کا اعلان کروں گا [ابو ذر رضی اللہ عنہ کے اس ارادے پر نبی ﷺ

نے اُنھیں منع نہیں کیا]۔ قبول اسلام کے بعد میں مسجد الحرام آیا۔ قریش وہاں موجود تھے۔ میں نے قریش کو مخاطب کر کے کہا، لوگو سنو! میں تصدیق کرتا ہوں کہ کوئی الٰہ نہیں ہے، سوائے ایک اللہ کے اور محمدؐ اُس کے غلام اور رسول ہیں۔ [أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله]۔

قریش غضب ناک ہو کر چیخے: اٹھو۔ اس بے دین کی خبر لو، لوگ دوڑ پڑے اور میری اس قدر پٹائی کی کہ بس مر ہی جاتا، اسی اثنا میں عباسؓ [جو اگرچہ ایمان نہیں لائے تھے] آ گئے۔ انھوں نے جھک کر پڑے آدمی کو دیکھا، پھر قریش سے مخاطب ہوئے کہ تمھاری بربادی ہو، تم لوگ قبیلہ غفار کے ایک آدمی کو مارے دے رہو! حالاں کہ تمھارے تجارتی قافلوں کی گزر گاہ غفاریوں کے علاقے ہی سے ہو کر جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی قریش مجھے چھوڑ کر ہٹ گئے، یوں میری جان بچی۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو میں پھر وہیں گیا اور جو کچھ کل کہا تھا آج پھر وہی دہرا دیا۔ لوگوں نے پھر وہی کہا کہ اُٹھو! اس بے دین کی خبر لو، اس کے بعد پھر میرے ساتھ وہی ہوا جو کل ہو چکا تھا اور آج بھی عباسؓ ہی نے مجھے آ بچایا، وہ مجھ پر جھکے پھر ویسی ہی بات کہی جیسی کل کہی تھی۔ [گزشتہ سطور میں آپ کے ایمان لانے کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں وہ بخاری میں مذکور سیّدنا ابن عباسؓ کی طویل روایت سے لی گئی ہیں۔]

مکے میں اسلام قبول کرنے کے بعد ابو ذر غفاریؓ جب اپنے شہر ودان میں پہنچے تو پہلے چھوٹے بھائی انیس سے ملاقات ہوئی، یہ وہی بھائی ہیں جن کے سفرِ مکہ کے ذریعے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے احوال جاننا چاہے تھے اور مناسب تفصیلات نہ ملنے پر خود مکہ چلے گئے تھے۔ اِن کے بھائی انیس نے دریافت کیا کہ تم کیا معلومات لائے ہو تو بتایا کہ میں ایمان لا چکا ہوں! یہ سن کر وہ بھی مسلمان ہو گئے، اسی طرح اپنے طور پر تلاشِ حق کی کوششوں سے اِن کے دوسرے ماں جائے بھائی عمرو بن عبسہ بھی مسلمان ہو گئے۔ جن کا تذکرہ ہم اسی باب کے اگلے سیکشن میں کریں گے۔ یوں بہت جلد ان کے پورے گھرانے نے اسلام قبول کر لیا، رفتہ رفتہ قبیلے کے دوسرے لوگوں نے بھی شرک سے توبہ کر لی اور توحید کے علم بردار بن گئے۔

یہ خبریں جب رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچیں تو انھوں نے ابو ذرؓ کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کو ہدایت بھجوائی کہ اپنے ہاں اہتمام کے ساتھ نماز کا نظام قائم کریں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے آپ کے ذکر کے آغاز میں لکھا ہے کہ ابو ذر غفاریؓ اسلام لانے سے قبل

بھی انفرادی طور پر نماز پڑھتے [اپنی سمجھ کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے] تھے نماز، روزہ اور حج دینِ ابراہیم کا حصہ تھیں اور قرآن واحادیث شہادت دیتے ہیں کہ قریش اور عرب اِن پر عامل تھے مگر اپنی شرکیہ فکر کے مطابق اِن کا حلیہ تبدیل کر لیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سنتِ ابراہیمی کے مطابق 'السَّلام ُعلیکم' کے الفاظ ہمیں پہلی مرتبہ ابو ذر غفاریؓ ہی کی زبانِ مبارک سے روایات میں ملتے ہیں، اور اب اُن کو دوسرا یہ اعزاز نصیب ہوا ہے کہ ان کے مقام اور اُن کے قبیلے میں سب سے پہلے نماز کی باقاعدہ اقامت ہوئی ہے؛ مکہ میں اُس وقت انفرادی طور پر یا دارِ ارقم میں نماز ادا کی جاتی ہو گی، شہر مکہ یا حرم میں غلبۂ کفر کی وجہ سے نماز کی اقامت ممکن نہ تھی۔ حرم میں نماز کا آغاز عمرؓ بن الخطاب کے ایمان لانے کے بعد سن ٦ نبوی میں شروع ہوا۔

عرب اور شام کے درمیان تجارتی شاہراہ پر ایک ایسے جری اور بہادر قبیلے کا دائرہ اسلام میں داخل ہو جانا، اور اُن کے مقام پر نماز کا نظام قائم ہو جانا اہلِ اسلام کے لیے ایک بہت بڑا انعام تھا، یہ قبیلہ بھی وہ تھا کہ جس کی جرأت اور بہادری سے عرب تجارتی قافلے ڈرے سہمے گزرتے تھے۔ لیکن یہ بات ضرور ذہنوں میں رہے کہ وداان تو بس ایک چھوٹا سا شہر یا قصبہ تھا، معاشی یا عسکری لحاظ سے اہم ضرور تھا مگر یہ بہت چھوٹا، مالی طور پر انتہائی کم زور اور عددی اعتبار سے کم تعداد، نا قابلِ ذکر تھا۔ لہٰذا کسی کو یہ گمانِ بے جا نہ ہو کہ اس مقام کا ہجرت کے لیے کیوں انتخاب نہ ہوا، قریشِ مکہ سے مقابلے کے لیے یہاں نہ مضبوط معیشت و تجارت تھی، نہ آبادی کثیر اور نہ ہی زراعت۔

اس باب میں ہم اگرچہ صرف اس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں کہ اِن گیارہ سالوں کے دوران اسلام مکے سے باہر کہاں کہاں نفوذ کر گیا تھا اور اس کتاب میں ہر جگہ واقعات اور قرآن کے نزول اور اُس کے حوالوں کے بیان میں یہ امر بہت احتیاط کے ساتھ پیش نظر رہا ہے کہ کاروان نبوت ﷺ اپنی تاریخ کے جس برس سے گزر رہا ہے، اُس سے اگلے کسی بھی وقت کے واقعے کا نہ حوالہ ہو اور نہ ہی قرآن کی کسی بھی ایسی آیت کا تذکرہ اور حوالہ ہو جو ابھی [سالِ زیرِ بیان] تک نازل نہیں ہوئی ہے۔ ایسا اس لیے کیا ہے کہ اِس کتاب کا قاری اس طرح کاروانِ نبوت کے ساتھ رواں رہے کہ یہ ساری باتیں پڑھتے وقت اُس کے لیے مستقبل کی ہوں جو پردہ غیب میں تھیں اور جن سے صحابہ تو درکنار خود نبی ﷺ بھی واقف نہیں تھے۔ کتاب کی تھیم [theme] میں اس سب کے باوجود

راقم کا دل نہیں مانتا کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی آئندہ زندگی کے کچھ احوال نہ بیان کر دیے جائیں کہ یہ فرد مبارک اُس اسلام کا ایک رول ماڈل تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ یہ اُس گلہائے رنگا رنگ گل دستے کا ایک پھول تھا جو بڑا منفرد تھا، اگر اس گل دستے میں اس رنگ کا یہ پھول نہ ہوتا تو گل دستہ ہی نامکمل رہ جاتا۔

جندب بن جنادہ، ابو ذر غفاریؓ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں بہت عرصہ رہے، لیکن اپنی خاموش اور محتاط طبیعت کی وجہ سے وہ لوگوں سے نہ زیادہ میل جول رکھتے نہ ہی زیادہ گفتگو کرتے۔ وہ تنہائی پسند تھے۔ کسی نے نصیحت کے لیے کہا تو فرمایا:

لوگ موت کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ ویران ہونے کے لیے آبادیاں بساتے ہیں۔ فنا ہونے والی چیزوں کی حرص اور طمع کرتے ہیں، باقی اور ہمیشہ رہنے والی چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لوگوں کے لیے موت اور ناداری ناپسندیدہ ہیں، لیکن میرے لیے یہ دونوں محبوب ہیں!

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت قریب آیا اور آپؐ کا مرض بڑھنے لگا تو موقع اور اجازت ملنے پر ابو ذر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی مرض الموت کے دوران ایک وقت ایسا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت خاصی ناساز تھی تو رسول اللہؐ نے بطور خاص ابو ذر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ فوراً حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ ان پر جھکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا ہاتھ تھام لیا اور دیر تک اسے اپنے سینے سے چمٹائے رکھا۔ محبت اور خصوصی تعلق کا یہ اظہار دنیا کے کسی بھی انسان کے لیے دنیا کے بڑے سے بڑے اعزاز سے بڑا اعزاز تھا [ساری دنیا کی بادشاہت یا نوبل پرائز کیا چیز ہیں]، جس سے جندب بن جنادہ، ابو ذر غفاریؓ نوازے گئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسی مرض میں وفات پالی تو ابو ذرؓ کو دنیا اور بھی زیادہ بے رونق اور زندگی بے کیف لگنے لگی۔ وہ اپنے دوستؐ کا خیال آنے پر آب دیدہ ہو جاتے۔ ابو ذر غفاریؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد اُنؐ کو یاد کر کے روتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے دیکھا کہ ایک شخص بیت المقدس میں لمبے سجدے کر رہا ہے، ایک کے بعد ایک، سجدے سے سر اُٹھاتا ہے اور پھر سجدے میں چلا جاتا ہے۔ وہ شخص بہت متاثر ہوا اور جب آپؓ عبادت سے فارغ ہوئے تو اُس شخص نے اِن کے پاس جا کر پوچھا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے

جفت نماز پڑھی ہے یا طاق؟ [شاید اُس نے امتحان لینا چاہا کہ کس کرامت کا یہ آدمی مالک ہے، جو میرا مخفی حال جانتا ہو] اُنھوں نے اس عجیب سوال کا ہرگز برا نہ مانا اور کہا کہ اگرچہ میں نہیں جانتا، لیکن اللہ ضرور جانتا ہے! اس کے بعد کہا: میرے دوست ابوالقاسم ﷺ نے مجھے خبر دی ہے، اتنا کہہ کر وہ رونے لگے۔ پھر آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے کہ میرے دوست ابوالقاسم ﷺ نے مجھے خبر دی ہے، یہ ہی کہہ پائے اور پھر رونے لگے۔ آنسوؤں کو ضبط کا یارا نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو ٹپک ہی پڑے، پھر سنبھلے اور پھر یہی جملہ تیسری مرتبہ دہرایا، مگر آنکھوں کے سیلِ رواں نے ان کی زبان پر پھر تالا لگا دیا۔ آخر چوتھی مرتبہ وہ اپنی بات مکمل کرنے میں کام یاب ہوئے اور بولے: میرے دوست ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے اللہ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے۔ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے! اُس شخص [احنف بن قیس] نے پوچھا، اے مردِ درویش، آپ کون ہیں؟ جواب ملا: ابوذر غفاری!

ایک مسکین دیہاتی کو ان کے ساتھ کچھ دن رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہ جانے لگا تو اس نے فرمایش کی کہ وہ اُسے کچھ نصیحت کریں، آپ نے کہا کہ میرے دوست ﷺ نے مجھے سات نصیحتیں کی ہیں۔

۱. مسکین کی محبت اور اس سے ملنا جلنا۔
۲. مالی لحاظ سے اپنے سے کم تر کو دیکھنا اور بلند تر کو نظر انداز کرنا۔
۳. کسی سے سوال نہ کرنا۔
۴. صلہ رحمی کرنا۔
۵. جس بات کو حق جاننا، اسے برملا کہنا، چاہے وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔
۶. اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا۔
۷. لاحول ولا قوۃ کا کلمہ ادا کرتے رہنا۔

یمن اور اُس کے قرب و جوار میں اسلام کا نفوذ

ضماد ازدی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:

یمن کے باشندے تھے اور قبیلہ ازد شنوہ کے ایک فرد تھے۔ طبابت اگرچہ پیشہ تھا مگر جھاڑ پھونک بھی کرتے تھے۔ سیرت نگار کہتے ہیں کہ جناب ضماد زمانۂ جاہلیت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے دوست تھے۔ مکہ آئے تو وہاں کے لوگوں [احمق منکرین] سے سنا کہ محمد ﷺ پاگل ہیں۔ سوچا کیوں نہ اُن

کے پاس چلوں، ہو سکتا ہے اللہ میرے ہی ہاتھوں سے اُسے شفا دے دے۔ چناں چہ آپ ﷺ سے ملاقات کی، اور کہا: اے محمدؐ! میں آسیب اتارنے کے لیے جھاڑ پھونک کیا کرتا ہوں، کیا آپ کو بھی اس کی ضرورت ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا:

إن الحمد لله، نستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا. من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له. وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، و أشهد أن محمدًا عبده و رسوله. (احمد، رقم ۲۷۴۹)

بلاشبہ، تمام تعریفیں اور شکریے اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اُسی سے مدد چاہتے ہیں اور اُسی سے [اپنی کوتاہیوں پر] معافی کے طلب گار ہیں۔ ہم اپنے نفسوں [یعنی اپنی نیتوں] کے شر سے اللہ ہی کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ راہِ راست دکھائے، اسے گم راہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ گم راہ کر دے، کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ کوئی معبود ہے ہی نہیں، سِوائے ایک اکیلے اللہ کے، اُلوہیت میں کوئی اُس کا شریک نہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ضمادؓ کہتے ہیں کہ میں نے کاہنوں کے بیان، جادوگروں کی گفتگو اور شاعروں کی شاعری سن رکھی تھی، ایسے کلمات کبھی نہ سنے تھے، اس لیے آپ سے یہ کلمات دہرانے کی درخواست کی۔ آپ کی زبانِ مبارک سے تین بار یہ کلام سننے کے بعد میں نے کہا: یہ کلمات تو بلاغت کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ ہاتھ بڑھائیے، میں اسلام قبول کرنے لیے آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ضمادؓ سے بیعت لی، پھر دریافت فرمایا: اور آپ کی قوم کی بیعت؟ ضمادؓ نے کہا: جی ہاں، میری قوم کی طرف سے بھی بیعت لے لیجیے۔

طفیل بن عمرو دوسی ؓ کا قبولِ ایمان

جنوبی عرب کے رہنے والے، یعنی علاقہ یمن کے طفیل بن عمرو دوسیؓ عرب کے مشہور شاعر اور دانش ور شمار ہوتے تھے، ساتھ ہی اُنھیں سردارِ قبیلہ ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ اِن کی شخصیت

میں جمع اقتدار، دانش اور شاعری، تین ایسی چیزیں تھیں کہ جن کی بنا پر لوگوں میں بڑے بااعتبار تھے۔ سارے عرب میں عزت سے بٹھائے جاتے تھے۔ جب بھی مکہ جاتے اُن کی بڑی تکریم ہوتی۔ اُس دور میں شعر کی صلاحیت بڑی چیز مانی جاتی تھی، وہ لوگ اور بھی زیادہ عزت کے مستحق سمجھے جاتے جو شعر کہتے اور شعر کی خوبیوں کو پرکھ سکتے تھے۔

نبوت کے چھٹے سال [بعض مورخین اس کو گیارہویں سال کا واقعہ جانتے ہیں] طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو سردارانِ قریش نے ان کا زبردست استقبال کیا، جیسا کہ ایک غیر ملک کے سربراہِ مملکت کا دوسری مملکت میں ہوتا ہے، پھر ان کو آگاہ کیا کہ اے طفیل! آپ ہمارے شہر میں تشریف لائے ہیں اور محمدؐ جو ہمارے درمیان ہے، اس نے ہمیں سخت الجھن و پریشانی میں پھنسا رکھا ہے۔ ہماری جمعیت بکھیر دی ہے اور ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ اس کی بات جادو کا سا اثر رکھتی ہے، جس سے آدمی اور اس کے باپ کے درمیان اور آدمی اور اُس کے بھائی کے درمیان اور آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان اختلاف و جُدائی ہو جاتی ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ جس مصیبت میں ہم گرفتار ہیں کہیں محمدؐ آپ کو اور آپ کی قوم کو بھی اُسی مصیبت میں نہ مبتلا کر دے، لہٰذا آپ اس سے ہرگز بات نہ کریں اور نہ ہی اس کا کلام سنیں۔ بظاہر طفیل رضی اللہ عنہ کو بڑا دوستانہ مشورہ دیا گیا تھا مگر طفیل کی ہدایت و گمراہی سے بڑھ کر اُن کی دل چسپی میں یہ اندیشہ پوشیدہ تھا کہ کہیں طفیل کے ذریعے یمن بھی حبشہ کی مانند مسلمانوں کا ایک قلعہ نہ بن جائے، وہ اپنے شرف و اقتدار کو زمین کے کناروں سے کٹتا دیکھ رہے تھے[۸]! طفیل ان کی باتوں میں آ گئے۔ بلکہ اس حد تک ڈر گئے کہ اُن سے روئی لے کر اپنے کانوں میں ٹھونس لی کہ کوئی ایسی ویسی بات کان میں نہ پڑ جائے۔ اور پُورا اہتمام کیا کہ محمدؐ کا کلام نہ سننے پائیں۔

طفیلؓ کا اپنا بیان ہے کہ ایک صبح کانوں میں روئی ٹھونسے حرم کعبہ میں پہنچا اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ طفیلؓ نے چوری چھپے آپؐ کو دیکھا، اُن کے دل نے گواہی دی کہ یہ چہرہ کسی بُرے آدمی کا نہیں ہو سکتا۔ طفیلؓ کے کان میں کچھ آیتیں پڑ گئیں، جن کی رسول اللہ

---

۸ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا........ [سورۃ الرعد آیت ۴۱ سے] کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم اِس سرزمین کو کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔

ﷺ تلاوت فرما رہے تھے۔ اللہ کا کلام سنتے ہی اُن کے قدم رک گئے۔ طفیلؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ میں کانوں میں روئی ٹھونسے پھر رہا ہوں حالانکہ میں خود شاعر ہوں شعر کی خوبی کو پرکھ سکتا ہوں۔ اچھے بُرے کلام کی پہچان ہے۔ طفیلؓ نے سوچا کہ آخر وہ یہ کلام کیوں نہ سنیں جسے کلام حق کہا جاتا ہے ؟ کوئی خوبی ہوگی تو داد دوں گا۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے، ورنہ میرا کیا بگڑتا ہے، بغیر کسی توجہ کے آگے بڑھ جاؤں گا۔ خوب سوچ کر انھوں نے کانوں سے روئی پھینک دی اور توجہ سے کلام الٰہی کی آیاتِ مبارکہ سنتے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر واپس ہوئے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ ﷺ اندر داخل ہوئے [غالباً دارِ ارقم میں یا پھر اپنے گھر میں] تو میں بھی داخل ہوگیا اور آپ ﷺ کو اپنی آمد کا واقعہ اور لوگوں کی باتیں، پھر کان میں روئی ٹھونسنے، اور اس کے باوجود قرآن کو سن لینے کی تفصیل بتائی۔ پھر کہا کہ آپ ﷺ میرے سامنے اپنی بات پیش کیجیے۔ آپ ﷺ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ طفیل دوسیؓ، اپنے وقت کا عظیم شاعر اور حکم راں کہتا ہے کہ اللہ گواہ ہے، میں نے اس سے بہتر کلام اور اس سے زیادہ انصاف کی بات کبھی نہ سنی تھی۔ پس میں نے وہیں اسلام قبول کر لیا اور توحید و رسالت کی شہادت دی۔ یمن کے طفیلؓ اور حبشہ کے نجاشیؓ میں اس لحاظ سے بڑی مماثلت ہے کہ، دونوں اپنے علاقوں کے سر براہ تھے، اِن دونوں حضرات کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو بڑی نصرت ملی۔ نبی کریم ﷺ کی جدوجہد کی تاریخ کے طالبِ علم کے لیے یہ سوال بڑا اہم ہے کہ یمن یا حبشہ کیوں دارالہجرت نہ بن سکے ؟ اور یہ سعادت کیوں کر یثرب کے حصے میں آئی جب کہ وہ بہت تاخیر سے نصرتِ دین کی دوڑ میں شامل ہوا؟ اس موضوع پر ہم ان شاءاللہ اگلے باب میں گفتگو کریں گے جو کلیتاً یثرب میں اسلام کے نفوذ اور اس کے دارالہجرت بننے کے اسباب سے تعرض کرے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے، میں واپس پہنچ کر اُنھیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ لہٰذا آپ ﷺ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے کوئی نشانی دے دے، آپ ﷺ نے آپ کے لیے اور آپ کے تبلیغی مشن میں کام یابی کے لیے دعا فرمائی۔

طفیلؓ جب حرم کی زیارت سے واپس اپنے گھر کے قریب پہنچے تو والد آگے بڑھ کر استقبال کے لیے آئے۔ طفیلؓ نے کہا کہ آپ مجھ سے ذرا دور رہیں! باپ نے بڑی حیرت سے پوچھا۔۔۔بیٹا! کیا

بات ہے؟ بیٹے نے کہا۔۔۔آپ کے اور میرے درمیان ایک چیز حائل ہوگئی ہے۔ باپ نے پوچھا۔وہ کون سی؟ بیٹے نے کہا۔۔۔بت پرستی کی! میں تو مکے سے مسلمان ہو کر لوٹا ہوں! بے اختیار باپ نے کہا۔۔۔بیٹا جو دین تمھارا، وہی دین میرا! باپ مسلمان ہو گئے تو طفیل دوسیؓ کو بڑی خوشی ہوئی۔ گھر میں توحید کی روشنی پھیلنے لگی۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ میں بھی آپ کے فیصلے پر ایمان لاتی ہوں!

جو کام یا بی طفیلؓ کو اپنے گھر میں ہوئی وہ قبیلے میں نہ ہو سکی۔ لوگوں نے اپنا دین چھوڑنے سے انکار کر دیا، ایک روایت کے مطابق آپ مکہ تشریف لائے اور نبی ﷺ سے التجا کی کہ۔۔۔ آپؐ میرے قبیلے کے لیے دعا فرمائیں! آپؐ نے قبیلے کے قبولِ اسلام کے لیے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ۔۔۔واپس جاؤ اور نرمی اور محبت سے لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤ! یوں طفیلؓ اشاعت توحید کے لیے مسلسل کوشاں رہے یہاں تک کہ سارا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

طفیلؓ جب تک اپنے وطن میں رہے تو مکہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے سخت بے چین رہتے۔ جب معلوم ہوا کہ مشرکین کی زیادتیاں بڑھتی جارہی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے تو فوراً خدمتِ اقدس میں پہنچے۔ دوس میں ان کا اپنا بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ طفیل دوسی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ آپ میرے قلعے میں منتقل ہو جائیں۔ حفاظت کے سارے انتظامات میں خود کروں گا! ۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہجرت کا حکم آنے ہی والا تھا۔ مگر اللہ عزیز و حکیم واقف تھا کہ یہ شرف تو یثرب ہی کے لیے مناسب ترین ہے۔ اللہ ہی نبی کو قوم کو چھوڑ جانے کا حکم دیتا ہے، اُس کی جانب سے اشارہ نہ ملنے کی بنا پر آپؐ اِس دعوت کو قبول نہ کر سکے۔

ضروری محسوس ہوتا ہے کہ طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آنے والے دنوں میں اسلام کو جو نصرت حاصل ہوئی اُس کا تذکرہ ہو جائے تاکہ قارئین جان سکیں کہ یہ صرف ایک فرد کا اسلام میں داخلہ نہیں تھا، یہ قریش کا گھیراؤ اور عرب میں اسلام کی دھوم کا نقارہ تھا۔ طفیل رضی اللہ عنہ کا اسلام میں داخلہ اُس غلبۂ اسلام کی نویدوں میں سے ایک نوید تھی کہ جس کے لیے اللہ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا تھا۔ طفیل رضی اللہ عنہ کے ایمان کی یہ قیمت اُٹھی کہ وہ اور اُن کے سترّ اسّی ساتھی بغیر بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے بیعت رضوان میں شامل ہونے والوں کے ہم پلہ ٹھہرے!

طفیل دوسی رضی اللہ عنہ ہجرت کے ساتویں برس اپنی قوم کے سترّ یا اسّی خاندانوں کے ساتھ اپنا وطن

چھوڑ کر ہجرت کے ارادے سے نکلے، جن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی نابغہ روزگار ہستی بھی شامل تھیں۔ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو خیبر میں ہیں۔ طفیل دوسی سب ہم راہیوں کے ساتھ وہاں پہنچے۔ خیبر کی لڑائی میں صرف اور صرف انھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شریک رکھا گیا تھا جو صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں شریک تھے۔ لیکن طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی اعزاز ملا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دوسیوں کو اسلامی لشکر میں داخل کر دیا۔ یہ سب کے سب دائیں جانب کے دستے میں متعین ہوئے۔ اور خیبر کی غنیمت میں سے بھی انھیں حصہ ملا۔

فتح مکہ کے موقع پر انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ طائف کے محاصرے میں نہ صرف یہ کہ شریک رہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے طفیلؓ اس موقع پر یمن گئے اور اپنے ساتھیوں میں سے چار سو بہادروں کی ایک جماعت لے آئے، جو ساز و سامان سے لیس تھی۔ ان کے آجانے کے بعد لڑائی میں منجیقوں اور دبابوں کو بھی استعمال کیا گیا۔ دوسی اس جنگی فن میں مہارت رکھتے تھے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جرش (جُرش) روانہ کیا تھا، جو یمن میں دفاعی صنعت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہاں بڑے بڑے منجیق بنائے جاتے تھے۔ طفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نئی جنگی تکنیک سیکھنے کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا۔

طائف میں نینوا کے نصرانی باشندے عداسؓ کا قبولِ اسلام

سفرِ طائف سے واپسی پر جب آپؐ نے عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لی تو دونوں وہاں موجود تھے۔ انھوں نے جب اپنے قریشی بھائی کو اس زخمی اور بے چارگی میں دیکھا تو ان کے جذبہ قرابت نے جوش مارا، اگرچہ وہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کٹر دشمنوں میں سے تھے، تاہم ترس کھا کر انھوں نے اپنے ایک عیسائی غلام، عداس کو بلایا اور اُس سے کہا کہ انگور ایک برتن میں لے کر اِن اشخاص [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ] کو دے آؤ۔ جب اس نے انگور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے تو آپؐ نے بسم اللہ کہہ کر کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

عداس نے کہا کہ یہ جملہ تو اس علاقے کے لوگ نہیں بولتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھارا دین کیا ہے؟

عداس نے کہا میں نینوا کا رہنے والا ہوں اور نصرانی ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: "اچھا! تم مرد صالح یونسؑ بن متی کی بستی کے رہنے والے ہو؟

عداس حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا، نینوا میں بھی سوائے بڑے علماء کے کوئی یونسؑ بن متی کو جاننے والا نہیں تھا، جن کی تعداد دس بھی نہ ہو گی۔

باکمالِ حیرت عداس نے کہا کہ آپؐ یونسؑ بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟

نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی تھے، وہ نبی تھے میں بھی نبی ہوں۔

یہ سن کر عداسؓ رسول اللہ ﷺ پر جھک پڑا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔

عتبہ اور شیبہ یہ منظر دیکھ رہے تھے، دونوں بھائیوں نے آپس میں کہا کہ لو! اب اس شخص نے ہمارے غلام کو بگاڑ دیا۔ نبی ﷺ کو انگور پیش کرنے اور اس گفتگو کے بعد جب عداس واپس گیا تو دونوں نے اس سے کہا کہ کیوں بھئی کیا معاملہ تھا؟ بدنصیب! تو اس شخص سے کس غضب کی عقیدت کا اظہار کر رہا تھا.

عداسؓ نے کہا کہ اس وقت دنیا جہاں میں یہ شخص سب سے بہتر ہے، اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جسے اس سر زمین میں دوسرا ہر گز جان ہی نہیں سکتا۔

شیبہ بولا کہ ارے، تیرا دین اس کے دین سے بہت اچھا ہے، اس کے دین میں نہ چلے جانا، مگر ایسا ہی ہوا، عداسؓ نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی اور اسلام قبول کر لیا۔

طائف کے باغ میں تھوڑی دیر پناہ دینے اور انگور کھلانے کے کوئی چار سال بعد جب شیبہ اور عتبہ دونوں بھائی ابو جہل کی پکار پر جنگ [غزوہ بدر] کے لیے مدینہ کو نکلے تو عداسؓ مکہ سے باہر ثنیۃ البیضاء نامی ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے. شیبہ اور عتبہ ادھر سے گزرے تو سیّدنا عداس رضی اللہ عنہ نے اُنھیں روک کر کہا کہ وہ شخص [جو مجھے وہاں ملا تھا اور جس سے تم لڑنے جا رہے ہو] واقعی اللہ کا رسولؐ ہے، آپ لوگوں کا آگے قدم اٹھانا خود کو مقتل میں لے جانا ہے۔ مگر شیبہ اور عتبہ کی سر بریدہ لاشوں کی تقدیر میں منکرین کے سرغنے، ابو جہل، کے ساتھ میدانِ بدر کے اندھے کنویں میں بے گور و کفن گرنا لکھا تھا اور سیّدنا عداس رضی اللہ عنہ کے مقدر میں غزوہ بدر کے شہداء میں سے ایک شہید بننا کہ جس پر رشک کرتے، ادب سے سلام بھیجتے اربوں مسلمانوں کے شاہ و گدا نسل در نسل گزر گئے ہیں!

خلاصہ کلام..........اسلام عرب میں کتنا نفوذ کرچکا تھا؟

قریش کی سارے عرب میں ایک دھاک تھی، حرم کی پاسبانی کے حوالے سے ایک عزت و شرف تھا مگر یہ اِن کی اور خصوصاً سردارانِ قریش کی بدنصیبی تھی کہ اُن کے سامنے آخرت میں جنتوں کی بادشاہت کے ساتھ عرب و عجم کی قیادت پیش کی گئی مگر شیطان نے اُن کے سامنے دنیا کو مرغوب بنا کر پیش کیا، وہ اپنی طُرّم خانی اور تکبّر میں رہے، سابقہ قوموں کے انجام سے ڈرایا گیا مگر عبرت نہ پکڑی۔اِن کی اس روش کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے ساری دنیائے عرب میں قایم اِن کے رعب و دبدبے کو سمیٹنا شروع کردیا۔یہی بات قریب ہی دنوں میں نازل ہونے والے قرآن میں کہی گئی۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا..........﴿سُوْرَۃُ الرَّعْد: ۴۱﴾

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم اِس سرزمین[قریش کی جاہلی تہذیب کے رعب و دبدبے کے علاقے] کو کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں......................

حبشہ میں جزوی طور پر اور، یمن اور یثرب کے اطراف میں مضبوطی کے ساتھ اسلام نے اپنے قدم جمالیے، یہودا گرچہ نبی موعود کو پہچانتے تھے مگر، یہ تواُن کی توقعات کے برخلاف بنو اسماعیل سے آگیا، وہ بنو اسرائیل کی قیادت سے کم کسی چیز پر راضی نہ تھے چاہے اللہ اور رسول سے جنگ کر کے جہنم ہی میں کیوں نہ جانا پڑے۔یہود، قریش کی مخالفت پر پیٹھ ٹھوکتے اور اپنی قبر کھودتے رہے، اس کے مقابلے میں نصاریٰ نے نرم رویے کا اظہار کیا اور کچھ نے آگے بڑھ کر خصوصاً نجاشی نے اسلام کی بیش از بیش نصرت کی۔اگلے باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کس طرح اپنے دین کو ایک جائے قیام عطا کرتا ہے، جس کے بعد تاریخ کے اوراق سے متکبر سردارانِ مشرکین قریش مٹا دیے جاتے ہیں اور یثرب سے نکالے جانے کے لیے یہود تاریخ کے بے رحم اسٹیج پر کھڑے کیے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆